شذرات

۲۲ راگست ۱۹۴۴ء کو حضرت استاذ امام عبید اللہ سندھی کے رحلت کی تاریخ ہے اس ماہ میں حضرت مولانا کے سندھ کے اندر معتقدین اور تلامذہ آپ کی برسی مناتے ہیں، اجتماعات ہوتے ہیں، مولانا سندھی کی زندگی اور افکار پر تقریریں ہوتی ہیں، وغیرہ۔ یہ سب باتیں ہماری نظر میں رسمی حیثیت رکھتی ہیں۔ اصل چیز، جس کی آپ کی یاد کے سلسلہ میں سب سے اہم ضرورت ہے، وہ ہے مولانا کے عوامی پروگرام کو علمی جامہ پہنانے کے لیے جدوجہد کرنا۔

قائد عوام صدر پاکستان ذوالفقار علی خان بھٹو کی قیادت میں پاکستان کے اندر جو حالیہ عوامی انقلاب آیا، بڑی زمینداریاں اور جاگیریں ختم ہوگئیں، تعلیم کو مفت اور عام بنایا گیا، بالغوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے، یہ اور اس قسم کی سب اصلاحات، مولانا سندھی کے پروگرام کا ایک حصہ ہیں۔ ہم نے جناب بھٹو کو عام انتخابات کے زمانے میں سندھ کے اندر اپنی انتخابی تقاریر میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

"ہم وہ انقلاب لانا چاہتے ہیں جس کے داعی شاہ ولی اللہ اور مولانا عبید اللہ سندھی تھے۔"

اب جبکہ عوامی حکومت قائم ہے، ہونا تو یہ چاہیے کہ مولانا عبید اللہ سندھی کی سرکاری طور پر برسی منائی جائے۔ اور ۲۲ راگست کو کم سے کم سندھ کے اندر چھٹی کا اعلان کیا جائے۔ اس طرح وہ جماعتیں جو مذہب کو استحصال اور اقتدار کے لیے آلہ بنا رہی ہیں ان کو علمی جواب مل جائے گا اور عوام میں بھی اسلام کے ان دو عظیم بزرگوں کی تعلیمات کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوگا۔

مولانا سندھیؒ کا فکر کیا تھا؟ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"یہ بھی یاد رہے کہ جن ملکوں میں مشین پر کام کرنے والے مزدور اور کاریگر انقلاب پیدا کریں گے۔ اس وقت اگر وہاں کے کاشتکار بھی منظم ہو چکے ہوں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ مزدوروں اور کاشتکاروں کا یہ انقلاب ہمارے ہاں بھی آکر رہے گا۔ ممکن ہے ہمارے ہاں ابھی یہ انقلاب اس قسم کی انتہائی شکل اختیار نہ کرے، لیکن اس انقلاب کی پہلی اور دوسری منزل سے تو ہمیں بہت جلد گزرنا پڑے گا۔ مانا اس وقت ہمارا ملک انقلاب کی آخری منزل سے قدرے دور ہے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ آج جو کچھ یورپ کی جمہوریت پسند قوموں کو پیش آرہا ہے، کل یا پرسوں ہمیں بھی اس کا سامنا کرنا ہوگا۔ اس لیے دانشمندی اور تدبر کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ابھی سے اس کے لیے تیار ہو جائیں۔"

قائد عوام نے تحقیق پاکستان کے عوام کو انقلاب کی پہلی منزل تک تو پہنچا دیا لیکن یہ اس وقت ہوا جب ملک ختم ہو رہا تھا۔ زبردست بیرونی کشیدگی کے ساتھ، ملک داخلی انتشار کا شکار تھا، اور ہے۔ اگر وادئ سندھ کے اس عظیم مفکر اور جواں سال سیاست داں بھٹو صاحب کے سامنے اتنے مسائل نہ ہوتے تو آج ہم انقلاب کی آخری منزل کے قریب ہوتے۔

مولانا سندھی کے سیاسی ارشادات کا خلاصہ یہ ہے:

ہندوستان میں ایک قوم نہیں بلکہ کئی اقوام آباد ہیں۔

ہندوستانی قوم کا یہاں کہیں وجود نہیں، البتہ ہندوستانی اقوام یہاں موجود ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔

ایک رقبہ زمین میں ایک مستقل زبان بولنے والی آبادی ایک قوم ہے، ایک سے طبعی ماحول میں رہنے اور ایک زبان بولنے کی وجہ سے اس کے افراد میں یگانگت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ اپنا ایک تمدن بنا لیتے ہیں۔

ہندوستانی (برصغیر کی) اقوام میں سے ہر قوم اپنے اپنے رقبہ میں بااختیار اور آزاد ہو، اس کو پورا حق ہو کہ وہ اپنی زبان اور اپنے تمدن اور اپنے قومی وجود

کو استحکام اور ترقی دے سکے۔

برصغیر کی اقوام کے یہ بنیادی اصول ہوں :

۱۔ سیاست : اپنی رائے سے اپنے اوپر حکومت کرنے کا حق، جسے عرفِ عام میں جمہوریت کہتے ہیں۔ قوم کے ہر فرد کی خواہ وہ مرد ہو یا عورت مساوی حیثیت۔ نسل، مذہب یا ذات کی بنا پر کسی کو کوئی تفوّق نہ ہو۔

۲۔ اقتصادیات : صنعتی انقلاب کا مکمل نفاذ۔ سب کے لیے ایک سی اقتصادی سہولتیں۔ محنت کش طبقوں کا معیارِ زندگی دوسروں سے کم نہ ہو۔ سیاسی آزادی، اقتصادی آزادی کے بغیر بے معنی ہے۔ اقتصادی آزادی ایک گروہ یا جماعت تک محدود نہ ہو، بلکہ ملک کی عام آبادی بلا تمیز مذہب و ملت اس سے بہرہ اندوز ہو۔

۳۔ معاشرت : صنعتی انقلاب کو کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہے کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے پرانے اوضاع و اطوار کو بدلا جائے۔ ہماری یہ چیزیں اس زمانے کی یادگار ہیں جب زندگی دوسرے ڈھنگ پر تھی۔ اب چونکہ زندگی یکسر بدل گئی ہے اس لیے یہ اوضاع و اطوار بھی فرسودہ ہو چکے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ یورپی معاشرت اختیار کی جائے۔"

استاذ علامہ عبیداللہ سندھیؒ کی جس طرح ماہ اگست میں رحلت ہوئی تھی، اسی طرح حسنِ اتفاق کہیے کہ ان کے امام شاہ ولی اللہؒ کی وفات بھی اگست میں ہوئی تھی۔ اس لیے مولانا کے معتقدین اور تلامذہ سے یہ استدعا کی جاتی ہے کہ مولانا سندھیؒ کی یاد تازہ کرنے کے ساتھ ان اجتماعات میں حضرت شاہ صاحبؒ کے فلسفہ اور فکر پر تقاریر اور مقالے لکھے جائیں۔ تاکہ نئی نسل ان دونوں بزرگوں کے افکار سے مستفید ہو۔